بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز　　　　راشد الحق سمیع حقانی

# حدود اللہ کی پامالی پر مبنی بل کی دونوں ایوانوں سے منظوری کیا قیامت ڈھانے کو ہے؟

تاریک راستوں کے گمراہ ''روشن خیال'' اور صلیبی دستوں کے ایجنٹ حکمرانوں نے بالآخر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں حدود اللہ کی تنسیخ پر مبنی بل پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے اکثریت کے ساتھ گزشتہ دنوں بڑی آن بان شان کے ساتھ پاس کرادیا اور یوں ''روشن خیالی'' کے راستے میں حائل ایک بڑی ''رکاوٹ'' ان کے خیال فاسد میں دور ہوگئی۔ بل کی منظوری کے بعد حکومتی اور حلیف جماعتوں نے بڑے جشن منائے۔ منوں کے حساب سے مغرب زدہ عورتوں کی تنظیموں نے مٹھائیاں تقسیم کیں اور ایک دوسرے کو مبارکباد کے تہنیتی پیغامات بھی بھیجے گئے۔ اس کے علاوہ قومی پریس کے اکثر دانشوروں اور کالم نویسوں نے بھی اس پر خوشی کا اظہار کسی نہ کسی طور پر کھل کر کیا۔ حکومتی وزراء بل کی منظوری کو اپنے لئے باعث فخر قرار دے رہے ہیں اور اس پر خوشی کی بغلیں بجا رہے ہیں اور مذہبی طبقوں یعنی (عام پاکستانی مسلمانوں کی) جگ ہنسائی اڑائی جارہی ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلانات ہو رہے ہیں کہ یہ تو ابھی شروعات ہیں آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ یہ وحشت ناک مناظر اور دلخراش صورتحال مملکت اسلامی پاکستان کی طبقہ اشرافیہ اور حکمرانوں کا تھا۔ یقیناً خداوند جبار وقہار کا عرش اس خوفناک جسارت پر لرز اٹھا ہوگا اور یقیناً محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روح مبارکہ بھی پاکستانی حکمرانوں کے اس ''تازہ کارنامے'' سے مضمحل اور مایوس ہوئی ہوگی۔ بقول علامہ اقبال　　ع　　یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

موجودہ حکمرانوں سے اس قسم کے شرمناک واقعات عین توقع کے مطابق ہیں۔ ان لوگوں نے روزِ اول ہی سے کمال اتاترک کو اپنا آئیڈیل قرار دیا تھا اور لبرل ازم، بے راہ روی اور مادر پدر آزادی ان کا نصب العین تھا۔ پھر بعد میں نائن الیون سے شروع ہونے والی رسوائی نے ان کی خوئے غلامی میں مزید اضافہ کرادیا اور اسی دن سے ان کو یہ ٹاسک دیا گیا تھا کہ پاکستان کے معاشرے اور اسکے آئین سے ہر اسلامی علامت اور خصوصاً حدود اللہ کو نکالا جائے۔ یعنی　ع　جو نقش کہن تم کو نظر آئے مٹا دو۔　　اسی نہج پہ انہوں نے آہستہ آہستہ اسلامی ثقافت کے خاتمہ، ملکی نظام تعلیم کی ''تطہیر'' اور دینی علوم وفنون اور قوانین کی بیخ کنی کیلئے کئی منفی اقدامات اٹھائے۔ جب انہوں نے

دیکھا کہ ملک بھر میں اسکے خلاف کوئی موثر آواز یا تحریک نہیں اٹھ رہی تو ان کی کوزہ پشت اور کوتاہ ہمت نے بالآخر کالی گھٹاؤں کی صورت میں بلند ہو کر اقدامات کرنا شروع کر دیئے کیونکہ حکومت کو سب سے زیادہ خطرہ مجلس عمل سے تھا۔لیکن ''ہنرمند ہاتھوں'' کی ''کارستانی'' کی بدولت مجلس عمل واقعتاً جلوس یعنی بیٹھنے کی صورت میں چار سال بیٹھی وسجدہ ریز رہی اور قیام وعمل اور جدوجہد سے کوسوں دور کوچہ اقتدار اور گوشہ عافیت میں اونگھتی رہی۔ بلکہ انہوں نے سترہویں ترمیم یعنی ایل ایف او کے ذریعے جنرل مشرف کو پانچ سال کا آئینی موقع فراہم کیا تاکہ جنرل مشرف پوری یکسوئی کے ساتھ اسلامی قوانین کی بیخ کنی اور مجاہدین اور دینِ اسلام اور قومی حمیت پر مر مٹنے والے غازیوں کا صفایا کر سکے۔اب جب مشرف نے ظلم وستم کے تمام تیر آزما دیئے اور حتیٰ کہ حدود اللہ کی پامالی کا بل بھی دونوں ایوانوں سے منظور ہو گیا تو کچھ لوگوں کو اس ''احساس زیاں'' نے ستانا شروع کر دیا کہ غالباً عوام کا مزاج اب طیش میں آنے والا ہے اس لئے اب مستعفی ہونا چاہیے اور ویسے بھی چار سال ایوان اقتدار میں خراماں خراماں گزر گئے ہیں۔اب صرف کچھ مہینے الیکشن میں باقی ہیں تو کیوں نہ عوام کو نئے الیکشن میں دوبارہ بیوقوف بنایا جائے۔لیکن مجلس عمل کے ایک اور بڑے رہنما نے اس رائے کو بڑی شدومد کے ساتھ رد کر دیا کہ ہمیں مستعفی نہیں ہونا چاہیے بلکہ آخری دم تک اس ڈوبتی کشتی کے مسافر بننے میں ہی ''سیاسی حکمت وعافیت'' ہے۔ ہمارے استعفوں سے جمہوری نظام کو خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔یعنی اگر اسلام کا بیڑہ غرق ہوتا ہے تو ہونے دو مگر ''جمہوری نظام'' کا بچنا ضروری ہے۔اس ''دوراندیشی' سیاسی تدبر اور حکمت عملی '' کو کیا نام دیا جائے۔''حقوق نسواں'' بل نے آئین میں جہاں اسلامی دفعات کو نقصان پہنچایا تو وہیں مجلس عمل کے بعض بڑے رہنماؤں کی قبائیں بھی چاک ہو گئیں اور ان کی عمر بھر کی سیاسی کھیتیوں کی فصل بادِ صرصر کے ایک ہی جھٹکے کی نذر ہو گئیں۔''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔نام ونہاد اپوزیشن بھی تقسیم ہو کر رہ گئی' پیپلز پارٹی نے کھل کر حکومت کا ساتھ دیا۔ اس کے علاوہ اے این پی اور دیگر جماعتوں نے بھی مجلس عمل سے اس بل پر اختلاف کیا کہ مجلس عمل نے ایل ایف او پر مشرف کے ساتھ مل کر ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپا تھا پہلی خلاف ورزی مجلس عمل نے کی ہے۔اگر مجلس عمل استعفوں میں واقعی مخلص ہے تو پھر سرحد اور بلوچستان وغیرہ میں بھی استعفیٰ دیں۔

اقتدار اور اختلاف کے مسندوں کے باہمی اشتراک کے انوکھے کھیل سے استفادہ کرنے والوں' دین اور طالبان کے نام پر آنے والوں' دوسروں کو حقیر سمجھنے والوں اور اپنے اتحادیوں کو اختلاف رائے کی بناء پر نکالنے والوں کا آخرکار ایسا ہی انجام بد ہوتا ہے کہ ع نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

بہرحال ملک وقوم کے سامنے یہ ایک حساس صورتحال ہے' ایک طرف مغرب زدہ سیکولر حکمران ہیں اور دوسری طرف منتشر اپوزیشن اور تیسری طرف مجلس عمل جس کی گوناگوں پالیسیوں نے یہ روز بد ملک وملت کو آج دکھایا ہے۔ایسی صورت میں عام پاکستانی مسلمان اور مجلس عمل سے باہر کی مذہبی جماعتوں کو سر جوڑ کر آگے بڑھنا ہوگا اور اس